فل کورٹ ریفرنس

خطاب

از

عزت مآب جناب انور ظہیر جمالی صاحب
جج/نامزد چیف جسٹس عدالتِ عظمیٰ پاکستان

بموقع

اختتام آئینی مدتِ منصبی
جناب جواد ایس خواجہ صاحب، چیف جسٹس آف پاکستان
مورخہ 9 ستمبر 2015ء
اسلام آباد

انتہائی قابلِ احترام جناب جسٹس جواد ایس خواجہ صاحب، چیف جسٹس آف پاکستان
و برادر جج صاحبان
فاضل اٹارنی جنرل صاحب
فاضل نائب چیرمین پاکستان بار کونسل
فاضل صدر سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن
قابلِ احترام عہدیداران و اراکینِ بار و دیگر حاضرینِ مجلس
خواتین و حضرات

السلامُ علیکم:

آج ہم یہاں اپنے سینئر رفیق کار جناب جسٹس جواد ایس خواجہ صاحب، چیف جسٹس آف پاکستان کو ان کی بطور جج اور چیف جسٹس مدت منصبی کے اختتام کے موقع پر خراج تحسین پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ جو کہ آج اپنے فرائض منصبی سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔ ایک ایسی نشست سے خطاب کرنا میرے لیے فخر اور اعزاز کی بات ہے جہاں شعبہء قانون و انصاف سے تعلق رکھنے والے معروف افراد موجود ہیں۔ ان تمام افراد کا یہاں پر موجود ہونا ان کی جناب چیف جسٹس خواجہ صاحب کے ساتھ محبت اور دلی لگاؤ کی نشاندہی کرتا ہے۔

خواجہ صاحب سے میری پہلی ملاقات 3 اگست 2009ء کو میرے بطور جج عدالتِ عظمٰی تعیناتی کے وقت ہوئی تھی اور اس طرح مجھے اِن کے ساتھ 6 سال سے زائد مدت بطور رفیقِ کار کام

کرنے کا موقع ملا۔ اس تمام عرصے میں میں نے انہیں انتہائی شریف النفس اور ملنسار پایا۔ میں یہ بات کہنے میں فخر محسوس کرتا ہوں کہ جسٹس جواد ایس خواجہ ایک ہمہ جہت شخصیت اور بے پناہ خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں اور بطور جج انہوں نے اپنی قانونی فہم و فراست ،سوچ و فکر اور تجربہ کو ملک کے اندر قانون کی حکمرانی کی ترویج کے لیے بھرپور انداز میں استعمال کیا۔

معزز حاضرین!

اس طرح کی تقریب میں یہ روایت ہے کہ فاضل جج صاحب کی پیشہ ورانہ زندگی کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے مگر چونکہ دیگر مقررین اس پہلو پر سیر حاصل روشنی ڈال چکے ہیں اس لیے میں صرف مختصراً بیان کروں گا۔ خواجہ صاحب بطور وکیل اور جج چار دہائیوں سے قانون کے شعبے سے منسلک رہے ہیں۔ آپ 10 ستمبر 1950 کو وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے 1973 میں ایل۔ایل۔بی۔ کا امتحان پاس کیا اور 1975 میں یونیورسٹی آف کیلیفورنیا سے ایل۔ایل ایم۔ کرنے کے بعد بطور وکیل قانون کے شعبے سے منسلک ہوگئے۔ دو دھائیوں سے زیادہ عرصہ تک وکالت کے شعبہ سے منسلک رہنے کے بعد آپ کے عدالتی کیریئر کا آغاز 1999 میں بطور جج لاہور ہائی کورٹ ہوا۔ آپ مارچ 2007 تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ 2007 کے غیر آئینی اقدام کی مخالفت کرتے ہوئے آپ 19 مارچ 2007 کو اپنے عہدے سے مستعفی ہوگئے۔ 2007 سے 2009 تک درس و تدریس کے شعبے سے منسلک رہے۔ آپ کی بطور جج ہائی کورٹ گراں قدر خدمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جون 2009 میں آپ کو بطور جج عدالت عظمیٰ تعینات کر دیا گیا۔ بلآخر 17 اگست کو آپ نے بحیثیت سینئر ترین جج چیف جسٹس آف پاکستان کا منصب

سنبھالا اور یوں آج مورخہ 9 ستمبر 2015 کو اس اعلیٰ ترین منصب کی آئینی مدت کی تکمیل کے بعد ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔

اگرچہ جناب خواجہ صاحب بطور جج ہم سے رخصت ہو رہے ہیں مگر وہ ہمیشہ ایک عظیم قانون دان، مفکر اور قانون و انصاف کے محافظ کے طور پر یاد رکھے جائیں گے۔ آپ نے اپنے طور پر قانون کی حکمرانی اور آئین کے تحفظ کے لیے عدالت کے کردار کو وسعت دی اور آئینی انحراف کی افسوس ناک روایت کے اختتام میں اپنا مثبت کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنے فیصلوں کے ذریعے عوام میں جمہوری روایات اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے بارے میں شعور کو اجاگر کیا۔ عوامی فلاح و بہبود، قانون کی حکمرانی اور عدلیہ کی آزادی کے لیے کی گئی ان کی کاوشوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات عام فہم ہے کہ کوئی بھی جج اپنے فیصلوں سے پہچانا جاتا ہے خواجہ صاحب کے فیصلے ان کی قانونی سوجھ بوجھ، وسعتِ علم اور سوچ کی گہرائی کے حقیقی مظہر ہیں۔ میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ شائد ہی کوئی ایسا قانونی شعبہ ہو جس کی انہوں نے قانون اور آئین کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے بدلتی ہوئی انسانی اور معاشرتی ضروریات کے مطابق تشریح نہ کی ہو۔ خاص طور پر اختیارات کے ناجائز استعمال اور پسماندہ طبقات کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں دیے جانے والے ان کے فیصلوں نے عدالتی تاریخ کے درخشندہ ستاروں میں اضافہ کیا۔

خواجہ صاحب نے بطور جج جو خدمات سرانجام دی ہیں ان کو مختصر وقت میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ آپ بہت سے اہم آئینی معاملات کا فیصلہ کرنے والے بینچوں کا حصہ رہے۔ جن میں 2007 کا PCO کیس، NRO کیس، PCO نظر ثانی کیس، توہین عدالت

قانون کا کیس، وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ چند فیصلے جن کا تذکرہ کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں ان میں لاکھڑا پاور پلانٹ کی نج کاری کا کیس، LPG کشیدگی پلانٹ کا معاہدہ، تیل کی تلاش کرنے والی کمپنیوں سے سوشل ویلفئیر فنڈ کی وصولی کا کیس اور موبائل فون لائسنس کیس شامل ہیں۔

اس کے علاوہ خواجہ صاحب نے قانون کی دیگر برانچوں میں بھی قابل قدر فیصلے صادر کیے ہیں جیسا کہ سی۔وی۔لیمن بے کے کیس میں انہوں نے Admirality کے مقدمہ میں قرار دیا کہ کسی ثانوی کمپنی کو مدعا علیہ نہ بنانے سے مقدمہ میں جاری *in personam* ڈگری غیر موثر نہیں ہوتی، فیض اللہ کے کیس میں انہوں نے قرار دیا کہ جب کسی مقدمہ میں پیش کردہ شہادت جرم کو ثابت کرنے کے لیے ناکافی ہو تو دفعہ 164 ضابطہ فوجداری کے بیان میں کیے گئے اعتراف جرم سے مقدمہ پر فرق نہیں پڑتا۔مسعود احمد بھٹی کے کیس میں انہوں نے قرار دیا کہ وہ ملازم جو یکم جنوری 1996 کو ٹرانسفر ہو کر PTCL میں آئے تھے ان پر سابقہ قوانین کا اطلاق ہوگا اور کارپوریشن صرف ایسے قوانین بنا سکتی ہے جو سابقہ قوانین میں دیے گئے فوائد سے زیادہ فوائد دیتے ہوں۔ یقیناً خواجہ صاحب کے فیصلے مستقبل میں وکلاء اور جج صاحبان کے لیے مشعل راہ رہیں گے۔

قائداعظم کا فرمان ہے کام، کام اور کام۔ اور یہ خصوصیت خواجہ صاحب میں بدرجہء اتم موجود رہی ہے۔آپ نے ہمیشہ اپنے آپ کو کام کے لیے وقف کیے رکھا۔ہم نے انہیں نہ صرف عدالت کے اندر بلکہ عدالت سے باہر بھی ہمیشہ کام میں مشغول دیکھا ہے۔آپ ہمیشہ عدالتی وقت شروع ہونے سے بہت پہلے اپنے دفتر میں موجود ہوتے اور عدالتی امور کی

تیاری میں مصرف رہتے۔ اسی طرح وہ عدالت میں بھی دیر تک مقدمات کی سماعت میں مصروف رہتے۔ان کی عدالت میں ہمیشہ تمام مقدمات کو نہ صرف سنا جاتا بلکہ ان پر موزوں فیصلہ بھی صادر کیا جاتا۔مسلسل اور طویل وقت کام میں مصروف رہنے کے باوجود ہم نے کبھی انہیں تھکا ہوا محسوس نہیں کیا۔وہ ہمیشہ اسی جان فشانی اور لگن کے ساتھ کام میں مصروف رہتے اور کسی بھی نئی ذمہ داری کو سرانجام دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے۔

معزز حاضرینِ!

یہ ضروری نہیں کہ عدالت کا ہر فیصلہ ہر شخص کو پسند آئے۔عدالتی فیصلوں کے بارے میں ہر شخص آئین و قانون کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے آزادانہ رائے رکھنے اور اس کا اظہار کرنے کا حق رکھتا ہے۔اسی اصول کے تحت لوگ عدالت کے فیصلوں پر تنقید و تعریف کرتے نظر آتے ہیں۔جناب جسٹس خواجہ صاحب کے فیصلوں کو بھی اس سے استثناء نہ تھا نہ ہوگا۔ ہم تمام جج اس پہلو سے ہمہ وقت آگاہ رہتے ہیں۔اور رہنا بھی چاہیے۔عدلیہ کے فیصلوں پر عوامی رائے کا اظہار کا حق یقیناً جج کو اپنی بھرپور صلاحیت و قابلیت کے استعمال کا موقع فراہم کرتا ہے۔اور وہ اس سعی میں مصروف نظر آتا ہے کہ بہتر سے بہتر فیصلہ صادر کرے۔ اور اس حوالے سے اپنی پسند ناپسند کو یکسر نظر انداز کر کے تمام مقدمات کو واقعات اور آئنی وقانونی تقاضوں کے مطابق میرٹ پر نمٹایا جائے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں، سپریم کورٹ ایک ایسا ادارہ ہے جہاں پر 17 ججوں پر انصاف کی فراہمی کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ تمام جج اپنے علم اور وسیع تجربہ کی بنیاد پر قانونی امور میں ماہر ہوتے ہیں۔ان میں سے ہر ایک اپنا اپنا مختلف نقطۂ نظر رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ

کسی بھی مقدمہ میں جب کوئی فیصلہ صادر کیا جاتا ہے تو چاہے یہ متفقہ فیصلہ ہو یا اختلافی فیصلہ ہو وہ اپنا اپنا نقطہ نظر بیان کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ اس طرح قانون کی نئی نئی تشریحات دیکھنے کو ملتی ہیں اور نظام انصاف ترقی کی نئی منازل کی طرف گامزن رہتا ہے۔

آج نظام انصاف کو بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ ان میں سے سب سے اہم مقدمات کی غیر ضروری طوالت اور فیصلوں میں تاخیر ہے جو کہ عام سائلان اور فریقین مقدمہ کے لیے تکلیف کا باعث ہے۔ اس سلسلے میں ماضی میں کئی مثبت اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ مستقبل میں بھی اس میں بہتری لانے کی کوشش جاری رکھی جائے گی۔ اس سلسلے میں وکلاء برادری کی مشاورت سے ایسا لائحہ عمل ترتیب دیا جائے گا تاکہ ان مشکلات کا ازالہ کیا جاسکے۔

خواجہ صاحب ایک درویش طبع انسان ہیں۔ جو تصوف سے خصوصی شغف رکھتے ہیں اور جب بھی موقع ملے صوفیاء کرام کے مزارات پر حاضری اپنے معمولات میں شامل رکھتے ہیں۔ وہ جلال الدین رومیؒ سے خصوصی عقیدت رکھتے ہیں اور رومیؒ کے ارشادات اور شاعری اکثر خواجہ صاحب کے بیان حتیٰ کہ عدالتی فیصلوں میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے اپنے ایک حالیہ فیصلے میں رومی کا ایک مصرع اس طرح نقل کیا ہے:

"آب در کوزہ من تشنہ دہن می گردم"

اسی طرح آپ نے PCO نظر ثانی کیس میں حافظ شیرازی کو درج ذیل اقتباس میں نقل کیا:

ان کی یہ سوچ، جو شاید ان کے لیے عجیب نہ ہو، حافظ کے اہم مصرعے سے بیان ہوسکتی ہے:

فِکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اُوست

حافظ نے انسانی ظرف اور نفس کا بخوبی ادراک کرتے ہوئے عیاں کیا کہ خالص ذاتی احساسات ہی ہر شخص کی سوچ اور فکر کی بنیاد ہوتے ہیں، تاہم قانون اور عدالتیں کسی ذاتی رائے یا احساسات کی بنیاد پر تعصب کا تعین نہیں کرتیں بلکہ معروضی حقائق و شواہد اور مجموعی معاشرتی اقدار کو تعصب کے تعین کا پیمانہ سمجھتی ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ عدالتوں کو اپنے معروضی معیاروں کو ملحوظ رکھ کر مقدموں کی سماعت کرنا ہوتی ہے نہ کہ بے بنیاد آراء یا واہموں اور وسوسوں کی حدوں کو چھوتے ہوئے تاثرات کی بنیاد پر۔"

میری ذاتی رائے میں خواجہ صاحب کی سوچ اور خیالات میں حضرت علامہ اقبال کی خودی" کے فلسفے کی ایک جھلک نظر آتی ہے اس کے علاوہ آپ قومی زبان کی ترقی و ترویج، جو کہ ہماری آئینی ذمہ داری ہے، کے بھی داعی ہیں۔ مثبت سوچ اور پُر امیدی آپ کی شخصیت کا ایک اور خاصا ہے جو کہ قابلِ ستائش ہے۔

معزز حاضرین!

زندگی کے ہر شعبے میں انسان کو ایک نہ ایک دن اپنے منصب کی مدت کی تکمیل کے بعد رخصت ہونا ہوتا ہے۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے پیچھے کیسی یادیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اگرچہ خواجہ صاحب آج ہم سے بطور جج رخصت ہو رہے ہیں مگر اپنے پیچھے اچھا نام اور خوشگوار یادیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

کسی بھی جج صاحب کی ریٹائرمنٹ کے موقع پر ہونے والا فل کورٹ ریفرنس ایک قسم کا اُس جج کے احتساب کا دِن بھی ہوتا ہے۔ عمومی طور پر اِس دن بار کے نمائندگان کو اُس جج کی

کارکردگی پر کھل کر رائے زنی کا موقع ملتا ہے۔ اس بات کا ہم تمام جج صاحبان کو اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کے دوران احساس رہتا ہے کہ ہم نے بھی بلا آخر ایک دِن اس مرحلے سے گزرنا ہے۔ یہ امر بھی ایک بہتر فیصلہ کرنے میں کردار ادا کرتا ہے۔

آخر میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ریٹائرمنٹ پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کے اختتام کا نام ہے۔ یہ انسان کو اپنی پیشہ وارانہ زندگی پر نظر دوڑانے اور انجام دیئے گئے امور سے مطمئن ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اس سے انسان کو ایسے تمام امور انجام دینے کا بھی موقع ملتا ہے جو وہ اپنی پیشہ وارانہ مصروفیات کی وجہ سے انجام دینے سے قاصر رہتا ہے۔ یوں انسان کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع بھی میسر آتا ہے اور اپنی طبع کے مطابق اپنا وقت گزار سکتا ہے۔

قانون کی حکمرانی کے قیام کے سلسلے میں خواجہ صاحب کی طرف سے دکھائی جانے والی جرات اور کھرے پن کو تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ان کا شمار ہمیشہ ان جج حضرات میں ہوگا جنہوں نے طاقت ور طبقات کی جانب سے کی جانے والی معاشرتی ناانصافیوں کے خاتمے کیلئے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ اور انصاف کی فراہمی کے لیے ہر ممکن کوشش سرانجام دی۔

ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی طرف سے اور اپنے رفقاء کار کی طرف سے خواجہ صاحب کو الوداع کہتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں خوشیوں اور صحت سے بھرپور طویل عمر عطا فرمائے۔ آمین!

آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔

پاکستان پائندہ باد

حوالہ جات:

(1) سندھ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن بنام فیڈریشن آف پاکستان (PLD 2009 SC 879)

(2) ڈاکٹر مبشر حسن بنام فیڈریشن آف پاکستان (PLD 2010 SC 265)

(3) پرویز مشرف بنام ندیم احمد (PLD 2014 SC 585)

(4) باز محمد کاکڑ بنام فیڈریشن (PLD 2012 SC 923)

(5) حبیب اللہ انرجی بنام واپڈا (PLD 2014 SC 47)

(6) خواجہ محمد آصف بنام فیڈریشن (PLD 2014 SC 206)

(7) درخواست منجانب عبدالحکیم کھوسو (PLD 2014 SC 206)

(8) پاک ٹیلی کوم موبائل بنام پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PLD 2014 SC 478)

(9) سی۔وی۔لیمن بے بنام صدالدین (2012 SCMR 1267)

(10) فیض اللہ بنام سرکار (2012 SCMR 524)

(11) مسعود احمد بھٹی بنام فیڈریشن آف پاکستان (2012 SCMR 152)